ناسخ و منسوخ اور متجددین

جناب ریاض الحسن نوری صاحب

نوٹ: گذشتہ مضمون "رجم اور اجماع" (منہاج شمارہ اکتوبر ۹۳ء) سے پیوستہ

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ رجم کا مسئلہ دراصل قرآن ان میں نسخ کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔ آپ دیکھئے کہ شاہ ولی اللہؒ اگرچہ رجم کی بہت پرزور تائید کرتے ہیں لیکن نسخ کے بیان میں رجم کا ذکر کہیں نہیں ہے کیونکہ رجم کا حکم اول تو قرآن سے ثابت ہے دوسرے سورۂ نور کی آیت میں تخصیص ہے نسخ کا سوال ہی نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ نسخ اور تخصیص میں فرق نہیں کر سکتے۔ پھر خواہ مخواہ یہ بحث چھیڑ دی کہ امام شافعیؒ قرآن کی حدیث کے ذریعے نسخ کے قائل نہیں۔ خود امام شافعیؒ تخصیص قرآن کی حدیث کے ذریعے تخصیص کے قائل ہیں نسخ کی تو یہاں بحث ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ امام شافعیؒ کا قول انہوں نے نقل کیا ہے تو ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ اس پر گفتگو کر لی جائے۔ اس معاملے میں بھی یہ متجددین امام شافعیؒ کا آدھا قول نقل کرتے ہیں جیسے کہ قرآنی آیت لا تقربوا الصلوٰۃ والی مثال ایسے لوگوں کے متعلق مشہور ہے۔ امام شافعیؒ اگر یہ کہتے کہ سنت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی[۱] تو یہ بھی کہتے ہیں کہ محض قرآنی آیت سے سنت کو منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اب ہم حوالہ نقل کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ اس پر گفتگو کرنے کے بعد کہ سنت قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی آگے فوراً فرماتے ہیں کہ،

---

[۱] اصل میں ایسا جو امام شافعیؒ نے کہا ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے اس کو غالباً ابوزھرہ ہی نے اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ لوگ پھر اس بات سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اور اسی وجہ سے وہ آگے چل کر یہ کہتے ہیں کہ سنت گو قرآن منسوخ نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے واضح وضاحت سنت میں بھی مذکور ہونی چاہیے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۳۲۷ — وهكذا سنة رسول الله ، لا ينسخها الا سنة لرسول الله. ولو أحدث الله لرسوله في أمر سنّ فيه : غير ما سنّ رسول الله ؛ لسنّ فيما احدث الله اليه ، حتى يُبيّنَ للناس أن له سنة ناسخة للتي قبلها مما يخالفها. وهذا مذكورة في سنته صلّى الله عليه وسلم.
(الرسالة ص ۱۰۸)

یعنی یہی معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ہے سنت رسول اللہ کو بھی کوئی چیز منسوخ نہیں کرسکتی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں اللہ تعالیٰ اس حکم سے مختلف حکم دے دیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جائے گا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل طور پر لوگوں کو سمجھا کر بتائیں گے کہ اب قبل کی سنت کی ناسخ یہ سنت مقرر ہو گئی ہے اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں مذکور ہو گی۔

اس پر امام شافعیؒ مفصل بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں ،

۳۳۳ — ولو جاز أن يقال قد سن رسول الله صلّى الله عليه وسلم ثم نسخ سنة بالقران ولا يؤثر عن رسول الله السنة الناسخة جاز ان يقال فيما حرّم رسول الله من البيوع كلها ؛ قد يحتمل أن يكون حرمها قبل ان ينزل عليه (أحل الله البيع و حرّم الربا)، وفيمن رجم من الزناة ؛ قد يحتمل أن يكون الرجم منسوخا : بقول الله (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحدٍ منهما مائة جلدة) وفي المسح على الخفين نسخت آية الوضوء المسح و جاز أن يقال ، لا يُدرأ عن سارق سرق من غير حرز وسرقته أقل من ربع دينار : لقول الله (السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما) لان اسم (السرقة) يلزم من سرق قليلا وكثيرا ومن حرزٍ ومن غير حرزٍ ، ولجاز ردّ كل حديث عن رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم)

بأن يقال لم يقله إذا لم يجده مثل التنزيل وجاز ردّ السنن بهذين الوجهين فتركت كل سنة ممها كتاب جملة تحتمل سنة ان توافقه وهي لا تكون أبداً إلا موافقه له. (الرسالہ للامام الشافعیؒ تحقیق وشرح احمد محمد شاکر ص ۱۱۱، ۱۱۲)[1]

یعنی اگر یہ جائز ہو کہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت قائم کی پھر یہ سنت قرآن سے منسوخ ہو گئی اور اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ایسی نہ ہو جو سنت ماقبل کی ناسخ ہو تو پھر یہ بھی جائز ہو جائیگا کہ جن اقسام بیوع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ ان کے متعلق کہدیا جائے کہ یہ احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس آیت کے نزول سے پہلے حرام قرار دیا ہو جس میں بیع کو حلال کہا گیا ہے۔ (احل الله البيع وحرّم الربا) یعنی اللہ نے بیع[2] کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا۔ اور جن زانیوں کو رجم کیا تھا ان کے متعلق کوئی اٹھ کر کہہ دے یہ احتمال ہے کہ رجم اللہ تعالیٰ کے اس قول سے منسوخ ہو گیا ہو (الزانية والزاني فاجلدوا كل واحدٍ منهما مائة جلدة) اور مسح کے متعلق کوئی کہدے کہ وضوء کی آیت نے مسح کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور یہ بھی جائز کہ جو چور غیر محفوظ چیز کی چوری کرے یا ربع دینار سے بھی کم کی چوری کرے اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور دلیل آیت سرقہ کی دی جائے (چور مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے) کیونکہ چوری قلیل مال کی ہو یا کثیر کی دونوں پر چوری کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح جو محفوظ مال کو چرائے یا غیر محفوظ کو دونوں کو چوری کہا جاتا ہے اسطرح تو ہر حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائیگا کہ کیونکہ یہ بات

---

[1] یہ متجددین تو حدیث کی بات کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ یہ رسالہ جو امام شافعیؒ کی تصنیف ہے یہ ان کے خاص شاگرد الربیع بن سلیمان کے اپنے خط میں دستیاب ہے جس کو انہوں نے امام شافعیؒ کی زندگی میں قلمبند کیا۔ احمد محمد شاکر نے اس اصل کو حاصل کر کے اسے طبع کرایا اور اس پر حواشی لکھے ہیں۔ یاد رہے کہ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ یعنی آخری صحابی کی وفات کے صرف ۵۰ سال بعد پیدا ہوئے۔ یہ رسالہ اصول فقہ میں ہے احادیث تو اس سے بہت قبل مدون ہو چکی تھیں۔

[2] اب دیکھئے بیع کے حلال ہونے کا حکم بھی عام ہے۔ لیکن سنت نے یہ تفصیل بیان کر دی کہ فلاں فلاں قسم کی بیوع جائز نہیں ہیں۔

قرآن میں موجود نہیں ہے اس لیے یہ بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہی ہی نہیں اس طرح تو جو بات بھی قرآن میں مجمل آئی ہے۔ اس کی جو تشریح بھی حدیث میں ہوگی اس کو رد کر دیا جائے گا اور اس طرح سے کتاب و سنت میں مخالفت پیدا کر دی جائے گی حالانکہ ہمیشہ سے ہی سنت تو اللہ کی کتاب کے موافق ہی رہی ہے۔ اس کی شرح میں احمد شاکر لکھتے ہیں کہ اس طرح کتاب کے عام اور مجمل بیان سے متعلق جو بیان سنت میں ہوا ہے اس کے متعلق کہہ دیا جائے گا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے حالانکہ کتاب و سنت میں اختلاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب امام شافعیؒ کے رسالہ کا فقرہ نمبر ۳۳۰ ملاحظہ فرمایئے جو اس سے ماقبل ہے۔

۳۲۹ — فان قال قائل هل تنسخ السنة بالقران

۳۳۰ — قيل: لو نسخت السنة بالقران كانت للنبي فيه سنة تبيّنُ أنّ سنة الاولى منسوخة بسنة الآخرة حتى تقوم الحجة على الناس، بأن الشئ يُنسخُ بمثله۔

یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ پوچھے کہ کیا سنت قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ اگر سنت قرآن سے منسوخ ہوگی تو اس کے لیے خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت ہی میں یہ بھی بیان ہوگا کہ جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی سنت آپ کی بعد کی سنت سے منسوخ ہو گئی ہے تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے (اور شک یا شبہ کی گنجائش نہ رہے) کیونکہ کوئی چیز اپنے مثل کے ذریعے ہی منسوخ ہوتی ہے۔

جو بات اس سلسلہ میں امام شافعیؒ نے بیان کی ہے ہم نے اس کو اوپر بیان کر دیا ہے۔ امام شافعیؒ کی پوری بات یہی ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی، اُن سنت کا کوئی حکم بھی اس وقت تک منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ قرآن کے ساتھ ساتھ اس کا ثبوت خود حدیث سے مہیا نہ ہو جائے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے اور لوگوں پر حجت قائم ہو جائے۔

امام شافعیؒ نے تو خود اسی سلسلہ میں رجم کی مثال بھی دی ہے کہ محض سورۃ نور کی دوسری آیت

کا ذکر کر کے رجم کی سنت ثابتہ کے فعل اور حکم کو محض مذکورہ بالا آیت کا نام لے کر کالعدم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتائی ہوتی اور ان سے ایسی اہم بات بھی اسی کثرت سے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ کثرت سے روایت کی جاتی جسطرح سے رجم کے احکام روایت کئے گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بار بار بیان کرتے بلکہ خطبہ حجۃ الوداع میں اس کا ذکر کرتے تاکہ کسی کے دل میں اس کے متعلق شبہ نہ رہے۔

مزید امام شافعیؒ کے الفاظ رجم کے سلسلے میں "جاز ان یقال" سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے بھی رجم کا انکار نہیں کیا تھا۔ نیز امام شافعیؒ نے کتاب الام میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے علم کی حد تک کسی بھی خلیفہ نے رجم اور کوڑوں کی سزا کو اکٹھا نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کرتے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے شراحہ کو کوڑوں اور رجم دونوں کی سزا دی۔ اگر دی ہو گی تو اس کی وجہ وہی ہے جو جصاص نے کہا ہے اور ہم جیسے ثابت کر چکے ہیں یہ متجددین خواہ مخواہ دوسروں کو بڑے بڑے لوگوں کا نام لے کر بیوقوف بنانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ جو بات امام شافعیؒ نے کہی ہے وہ بالکل ان کے خلاف اور ہمارے حق میں ہے بلکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ فرمایا ہی ان جیسے متجددین کے مغالطوں کو دور کرنے کے لیے ہے۔

مختصراً انہوں نے ناسخ و منسوخ کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کے حکم کی منسوخی کے لیے قرآن ہی کی آیت ہونی چاہیے۔ کیونکہ کسی چیز کو اس کی مثل سے ہی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سنت کے حکم کی منسوخی کے لیے سنت میں اس کا بیان لازمی ہے۔ سنت کے کسی حکم کو محض قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دے کر منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ سنت میں بھی اس کی منسوخی کا بیان نہ آ جائے۔ کیونکہ جب کبھی ایسا ہوا ہے تو یہ چیز سنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کھول کھول کر بیان کر دی ہے اور اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی جاتی رہی ہے تاکہ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ سنت کے حکم کو محض قرآنی آیت سے مسترد کر دیا جائے تو فسادی لوگ بڑے بڑے فساد مچائینگے کوئی ان بیع کی شکلوں کو حلال قرار دینے لگے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہہ دیا ہے کہ سود حرام ہے اور بیع حلال ہے۔ پس آیت عام ہے اور ہر قسم کی بیع حلال ہے۔ قرآن نے حدیث کے

حکم کو منسوخ کر دیا۔ یا کہے گا کہ ان بیوع کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام نہیں قرار دیا ہو گا کیونکہ قرآن میں ان کی حرمت کا ذکر نہیں۔ اسی طرح وہ یہ دعوے کرے گا کہ رجم کی حد بھی منسوخ ہے۔ سورہ نور کی دوسری آیت سے۔ پھر یہ فسادی لوگ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو ربع دینار کی چوری سے کم مالیت کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹیں گے کیونکہ قرآن کی آیت سرقہ عام ہے اور چوری چوری ہے چاہے ایک درم کی ہو یا لاکھ درم کی۔ پھر یہ فسادی کہے گا کہ اگر کھلے میدان میں سے یا غیر محفوظ جگہ سے بکری چرائے گا تو ہم اس کا ہاتھ بھی کاٹیں گے کیونکہ وہ بھی چوری ہے اور قرآن کی آیت عام ہے۔ اور اگر سنت نے اس معاملہ میں کوئی قید عائد کی ہے تو وہ قرآن کی آیت سرقہ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اسی طرح سے وہ کہنے لگے گا کہ موزوں پر مسح کی جو اجازت سنت وارد ہے وہ وضو کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اس طرح سے پوری کی پوری سنت کو مغالطہ دے کر مسترد کر دیا جائے گا۔

ان متجددین کے ان مغالطوں اور فساد کو روکنے کے لیے ہی امام شافعیؒ نے رسالہ میں اصول فقہ کا یہ قاعدہ بیان کیا کہ قرآن کے کسی حکم کی منسوخی کے لیے محض حدیث کافی نہیں جب تک کہ اس کا حکم قرآن میں نہ پایا جائے۔ اسی طرح حدیث کے کسی حکم کی منسوخی کے حدیث کا بیان کافی ہے مگر محض قرآن کی کسی آیت سے اس سنت کے حکم کو منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ اس کا حکم حدیث میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ حدیث میں بھی منسوخی مکمل طریقہ سے بیان کی جاتی تھی اور اس کی پوری تشہیر کر دی جاتی تھی۔ پس اس کی منسوخی کا حکم سنت میں پایا جانا لازمی ٹھہرا اس کے بغیر سنت کے کسی بھی حکم منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ان متجددین کا ہمیشہ یہی قاعدہ رہا ہے کہ آدھی بات بیان کر کے دوسروں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ امام شافعیؒ دراصل کہنا یہی چاہتے ہیں کہ سنت کے حکم کی منسوخی کے لیے دوسرا سنت ہی کا حکم ضروری ہے اور وہ یہ بات اس خدشہ سے کہہ رہے ہیں کہ کہیں لوگ ایک حبہ کی چوری پر بھی لوگوں کے ہاتھ کاٹنا نہ شروع کر دیں۔ یا غیر محفوظ جگہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا نہ شروع کر دیں یا رجم کا انکار نہ کر دیں یا ہر قسم کی بیع کو حلال قرار دینا نہ شروع کر دیں۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ متجددین امام صاحب کی آدھی بات بیان کر کے اور مغالطہ دے کر وہی مذموم مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کی روک تھام کے لیے دراصل امام شافعیؒ بات کر رہے ہیں۔ یا للعجب پھر امام شافعیؒ کا نام لے کر لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔

پرویز اور امام ابوحنیفہؒ یہی تکنیک پرویز صاحب نے استعمال کی ہے اور امام شاہ ولی اللہؒ اور ابوحنیفہ امام الاعظمؒ وغیرہ کو اپنی طرح کا منکر حجیت حدیث ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔

ابوزھرہ اور ناسخ و منسوخ اب نسخ سے متعلق بقول متجددین محققین چودھویں صدی کے سب سے بڑے قانون دان کا بیان ملاحظہ فرمائیں، ابوزھرہ لکھتے ہیں:

فالنسخ فی اصطلاح الأصولیین رفع الشارع حکماً شرعیاً بدلیل متراخ، وبذلك یتبین الفرق بین النسخ والتخصیص، فالنسخ یکون فیه النصان الناسخ والمنسوخ غیر مقترنین زمانا بل یکون الناسخ متاخراً عن المنسوخ.

وأول من حرر الکلام فی النسخ الإمام الشافعی رضی الله عنه فی رسالة الأصول۔ ولقد اعتبره من قبیل بیان الأحکام لا من قبیل الغاء النصوص فهو لا یعتبر النسخ الغاء للنص، ولکنه یعتبره إنهاء لحکم النص، ولقد سار معه فی هذا السبیل ابن حزم، ولذلك عرف النسخ فقال: حد النسخ أنه بیان انتهاء زمان الأمر الأول۔

واذا کان النسخ بیان انتهاء العمل بحکم معین فانه نوع من انواع البیان المتاخر وإنه علی مقتضی ذلك النظر ینقسم البیان إلی قسمین: بیان فیه تفصیل لمجمل أو تخصیص عام، وهذا یعمل فیه نصان، ویکون أحد النصین خادماً النص الآخر والقسم الثانی بیان انتهاء العمل بالحکم بعد العمل به من غیر أن یلغی النص.

۱۸۸— ویذهب ابن حزم أبعد من هذا فیقرر ان النسخ شکل من اشکال التخصیص لا یتناول اللفظ وعموم مؤداه ان یتناول الحکم فی عموم الأزمنه ویقول فی ذلك إن النسخ نوع من انواع الاستثناء، لانه استثناء زمان وتخصیصه بالعمل دون سائر الازمان، ویکون حینئذ

صواب القول ان کل نسخ استثناء ولیس کل استثناء نسخا۔
ونری من ھذا أن ابن حزم یشیر الی أن اللفظ الذی ینطق بالحکم لہ عمومان ؛ عموم اللفظی احیانا، فیکون تخصیصہ بلفظ أو بعمل مع بقاء الحکم فی باقی الافراد ، وعموم یتعلق بالازمنہ وتخصیصہ ھو النسخ۔ مثلاً قولہ صلی اللہ علیہ وسلم : کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا، فإن ھذا النص بین انتہاء المنع وھو فی معنی التخصیص الزمانی بالنص الذی اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان یمنع الزیارۃ۔

(اصول الفقہ مؤلفہ ابوزھرہ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

یعنی اصولیین کی اصطلاح میں نسخ شارع کا کسی حکم شرعی کو بعد کی دلیل سے اٹھا لینا ہے۔ اس سے نسخ اور تخصیص کا فرق پتہ چلتا ہے۔ پس نسخ میں دو نصوص ہوتی ہیں جن کے زمانے مختلف ہوتے ہیں۔ ناسخ منسوخ سے متاخر ہوتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا وہ امام شافعیؒ ہیں اور انہوں نے اپنے رسالے میں جو اصول پر ہے کلام کیا ہے۔ نسخ کو امام شافعیؒ نے احکام کے بیان کے طور پر اس کا ذکر کیا ہے اور نصوص کے الغاء کے طور پر بیان نہیں کیا۔ وہ اسے ایک نص سے دوسرے نص کا الغاء نہیں قرار دیتے بلکہ حکم کی انتہاء قرار دیتے ہیں۔ اس معاملے میں ابن حزم بھی ان کے ساتھ ہیں وہ بھی نسخ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ پہلے دور کے حکم کی انتہا کو بیان کرتا ہے۔

پس جب نسخ کسی حکم پر عمل کی انتہا کو بیان کرتا ہے تو وہ متاخر بیان کی ایک قسم قرار پایا۔ اس نظریہ کے مطابق بیان کی دو قسمیں ہوگئیں۔ اول وہ بیان جس میں مجمل کی تفصیل ہو یا عام کی تخصیص ہو۔ اس کے لیے دو نصوص ہونگی۔ ایک نص دوسرے کی خادم ہو گی[۱] دوسری قسم یہ ٹھہری جو کہ کسی حکم

[۱] تو گویا جس حدیث سے قرآن کے عام کی تخصیص کی جاتی ہے وہ حدیث قرآن کی خادم ٹھہری۔

پرعمل کئے جانے کے بعد اس پر عمل کی انتہا کو بیان کرے بغیر اس نص کے الغاء کے۔

ابن حزم اس معاملے میں امام شافعیؒ سے بھی آگے جاتے ہیں۔ وہ نسخ کو بھی تخصیص کی ایک شکل قرار دیتے ہیں۔ حکم کو زمانے کے عموم میں سے مستثنیٰ کر لیا جاتا ہے۔ پس وہ نسخ کو استثنار کی قسم قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں تمام زمانوں پر عمل میں سے ایک خاص زمانے کی استثنار اور تخصیص کر لی جاتی ہے۔ اس سے اس قول کی سچائی معلوم ہوتی ہے کہ ہر نسخ استثنار ہے لیکن ہر استثنار نسخ نہیں ہے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن حزم کا کہنا یہ ہے کہ جو لفظ حکم بتاتا ہے اس کے دو عموم ہوتے ہیں۔ کبھی عموم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کی تخصیص کسی لفظ سے یعنی قول سے کی جاتی ہے یا عمل سے کی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ حکم بقایا افراد کے لیے باقی رہتا ہے۔ دوسرا حکم از منہ یعنی زمانوں سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کی تخصیص نسخ کہلاتی ہے۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ میں پہلے زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا۔ مگر اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو۔ نص جو ہے وہ منع کی انتہاء کو بیان کرتی ہے۔ یہ نص کی تخصیص زمانی کے معنی میں ہے جس کی طرف حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ پہلے میں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا[1]

(اصول الفقہ مولفہ ابوزہرہ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

اگلے صفحہ پر ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ قبلہ کے سلسلے میں بھی نسخ ہوا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں

---

[1] دراصل یہ منع کرنا ایک وقتی امر تھا۔ کیونکہ ان لوگوں میں پہلے سے شرک شائع تھا۔ اس لیے ان کو کچھ عرصہ کے لیے زیارت قبور سے روک دیا گیا۔ جب توحید ان کے دلوں میں راسخ ہوگئی تو اجازت دے دی گئی۔

کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ تقریباً چھ ماہ بعد اللہ تعالیٰ اس کو منسوخ کر کے بیت الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس بات کی تصویر قرآن کریم نے کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تیرے چہرہ کو آسمان کی طرف اٹھتا دیکھتے تھے۔ پس ہم تبدیل کر کے تمہاری پسند کا قبلہ مقرر کئے دیتے ہیں پس اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ اور جہاں بھی ہوا کرو اپنا رخ اسی طرف کیا کرو ......
سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ پہلے قبلہ بیت المقدس ہوا کرتا تھا اور آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اب دیکھئے کہ بیت المقدس جو پہلا قبلہ تھا۔ یہ قبلہ بھی بہر حال وحی الہی کے ذریعے مقرر کیا ہوگا۔ اول تو ایسے معاملہ کے لیے حکم الہی ضروری تھا۔ دوسرے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ قبلہ مقرر کیا ہوتا تو وہ خود اپنی مرضی سے تبدیل بھی کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی جب آپ بہت تمنا کرنے لگے تو پھر ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوش کرنے کے لیے تبدیلی قبلہ کا حکم نازل فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وحی متلو کے علاوہ بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح نماز کی تمام حرکات اور طریقہ بھی جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے سیکھا تھا بلکہ ان کے پیچھے با قاعدہ نماز پڑھ کر طریقہ سیکھا تھا۔ یہ باتیں احادیث سے ثابت ہیں اور قرآن بھی اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ "الفوز الکبیر" میں ناسخ و منسوخ کے سلسلے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

"ناسخ و منسوخ کی معرفت فن تفسیر میں ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے اندر بڑی بڑی بحثیں اور بیشمار اختلافات ہیں۔ اور اس کے اشکال کے اسباب میں سب زیادہ قوی سبب متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا باہمی اختلاف ہے۔"

اس باب میں حضرات صحابہ اور تابعین کے کلام کے استقراء سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات نسخ کو اس کے لغوی معنی (یعنی ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز کے ذریعہ سے) میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاح اہل اصول کے موافق، بدیں وجہ ان کے نزدیک معنی نسخ ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کرنا دوسری آیت کے ساتھ ہوگا، یہ ازالۂ اوصاف عام ہے کہ مدت عمل کی انتہا ہو یا کلام کو اس کے متبادر معنی سے غیر متبادر کی جانب پھیر دینا ہو، یا یہ بیان کہ قید سابق اتفاقی تھی،

اور یا لفظ عام کی تخصیص ہو، اور یا منصوص اور مقیس علیہ ظاہری میں امر فارق کا بیان۔ یا جاہلیت کی کسی عادت اور یا شریعت سابقہ کا ازالہ ہو۔

چونکہ ان حضرات کے نزدیک نسخ باب وسیع رکھتا ہے اس لیے عقل کو اس میں جولانی اور اختلاف کی گنجائش مل گئی یہی وجہ ہے کہ وہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک بیان کرتے ہیں، لیکن اگر مزید غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی تعداد حد شمار سے باہر ہے، مگر متاخرین کی اصطلاح کے موافق آیات منسوخہ کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے علی الخصوص اس توجیہ کی رو سے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی نے بیان مذکورہ بالا کو بعض علماء سے لے کر اپنی کتاب میں مناسب بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور جو آیات متاخرین کی رائے پر منسوخ ہیں ان کو شیخ محی الدین ابن عربی کے موافق تحریر کر کے قریباً ۲۰ منسوخ آیتیں گنوائی ہیں۔ لیکن فقیر کو ان ۲۰ میں بھی اکثر کی نسبت کلام ہے ہم اس موقع پر علامہ سیوطی کے کلام کو مع اپنے شبہات کے بیان کرتے ہیں، سورۂ بقرہ (۱) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت، یہ آیت منسوخ ہے اس کے ناسخ کے تعین میں بعض سے منقول ہے کہ آیت میراث سے منسوخ ہے اور بعض کہتے کہ حدیث لا وصیۃ لوارث سے، اور بعض کا قول ہے کہ اجماع سے یہ ابن عربی نے بیان کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم سے منسوخ ہے، اور حدیث لا وصیۃ اس نسخ کو بیان کرتی ہے۔ (۲) وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے منسوخ ہے اور یہ بھی قول ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور اس میں لا مقدر ہے میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ایک دوسرا طریقہ ہے، جو یہ ہے کہ آیت کے معنی ہیں۔ وعلی الذین یطیقون الطعام فدیۃ ہی طعام مسکین یعنی جو لوگ کھانا دینے کی طاقت رکھتے ہیں، ان پر فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے، یہاں ضمیر کو اس کے مرجع کے پہلے اس لیے ذکر کیا کہ مرجع باعتبار رتبہ کے مقدم ہے اور ضمیر کو اس لیے مذکر لائے کہ درحقیقت فدیہ سے مراد طعام ہی ہے، اور طعام سے مراد صدقۃ الفطر ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزوں کے حکم کے بعد صدقۃ الفطر کو اس طرح بیان فرمایا ہے جیسا کہ دوسری آیت فمن شہد منکم الشہر الخ کے بعد تکبیرات عید (ولتکبروا اللہ علی ما ہدٰکم) کو (۳) احل لکم لیلۃ الصیام الرفث (آیت کما کتب علی الذین من قبلکم کے لیے ناسخ ہے کیونکہ مقتضائے تشبیہ یہ ہے کہ شب کے وقت بھی ہو جانے کے بعد کھانے پینے اور وطی کی حرمت میں جو اگلی امتوں پر تھی موافقت ہو۔

یہ ابن عربی نے ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی بیان کی ہے جو یہ ہے کہ یہ آیت اس حکم حرمت وطی کے لیے ناسخ ہے جو ارشاد نبوی سے ثابت تھا۔ میں کہتا ہوں کہ کما کتب سے نفس وجوب صوم میں تشبیہ دینا مقصود ہے۔ نہ کہ نسخ کیوں کہ یہاں روزے داروں کے اس حال کو بدلا ہے جو اس اجازت سے پہلے تھا۔ اور ہم کو کوئی دلیل نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں وطی حرام کر دی تھی۔[۱] ...... علامہ سیوطی نے ابن عربی کے ساتھ اتفاق کر کے کہا ہے کہ اکیس آیات منسوخ ہیں۔ باوجود کہ انہیں بھی بعض کی نسبت اختلاف ہے اور ان کے علاوہ اور کسی آیت کے لیے دعوی نسخ صحیح نہیں آیت استیذان اور آیت احکام میں عدم نسخ صحیح ہے، اب صرف انیس آیتیں منسوخ رہ گئیں، میں کہتا ہوں ہماری تحریر کے موافق پانچ ہی آیتوں میں نسخ ثابت ہو سکتا ہے۔[۲] اس کے آگے چل کر مفسر بننے کے لیے اور باتوں کے علاوہ مثلاً عربی دانی وغیرہ وغیرہ کے وہ دو چیزوں کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مفسر کی شرائط مفسر بننے کے لیے دو چیزوں کی معرفت شرط ہے، ایک وہ واقعات جن کی طرف آیات مشیر ہوں، کیونکہ ایسی آیات کے ایماء کا سمجھنا بغیر علم واقعات کے میسر نہیں آسکتا اور دوسرے وہ قصے جس سے عام کی تخصیص یا اور کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ مثلاً آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرتے ہوں وغیرہ وغیرہ، کیونکہ آیات کے اصل مقصد کا علم ان قصص کی موافقت کے بدون ممکن نہیں۔

شاہ ولی اللہؒ کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ مفسر بننے کے لیے ان ۳۰ سے زیادہ آیات کا مصداق جاننا ضروری ہے جن کا ذکر مع حوالوں کے ہم نے رجم کو قرآن سے ثابت کرنے کے سلسلے میں کیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ شاہ ولیؒ نے لکھا کہ ان آیات کو سمجھنے کے لیے ان واقعات کا

---

[۱] ہم نے طوالت کے خوف سے اس کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے ناظرین اگر چاہیں تو اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اس کا ترجمہ بھی عام دستیاب ہے۔

[۲] یہ دراصل اس پر منحصر ہے کہ نسخ کے کیا معنی لیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نسخ کے اصطلاحی معنی ایسے لیتا ہے جس سے کسی بھی آیت میں نسخ نہیں بنتا تو ہم اس پر معترض نہ ہوں گے۔

جاننا ضروری ہے جن کی طرف یہ آیات مشیر ہیں کیونکہ ان آیات کے اصل مقصد کا علم ان قصص کی موافقت کے بدون ممکن نہیں۔

لیکن ہمارے آج کل کے متجددین کے نزدیک مفسر بننے کے لیے نہ عربی جاننے کی ضرورت ہے نہ شان نزول نہ حدیث کی تشریحات البتہ ان کے نزدیک تحریف شدہ اناجیل اور اسلام دشمن مستشرقین کی قیل وقال جاننا ضروری ہے ان متجددین میں سے ایک پرویز صاحب ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو قرآن کے بیان کے مطابق بن باپ کا جاننے کی بجائے یوسفؑ کا بیٹا مانتے ہیں

اس سلسلے میں علامہ طاہر سورتی نے اپنے کتابچہ "ابن مریم اور پرویز" میں پرویز صاحب کا چہرہ بخوبی بے نقاب کیا ہے۔ خدا اس کے لیے ان کو جزائے خیر دے اور وہ وعدہ کے مطابق دیگر مقالات بھی مکمل کریں۔

طاہر سورتی صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۱۰ پر یوں لکھتے ہیں:

"حضرت عیسیٰؑ کے متعلق پرویز صاحب اپنی مشہور تصنیف سلسلہ معارف القرآن کی ایک کڑی شعلہ مستور میں جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں نہ تو بالتصریح یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ آپ یوسفؑ (نجار) کے بیٹے تھے۔ لیکن پھر وہ اپنی قرآنی بصیرت کی رہنمائی میں حضرت عیسیٰؑ کے ابن یوسف ہونے کو صحیح مانتے ہیں اور ان کے بن باپ پیدا ہونے کو قدماء کا غلط عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کی تصدیق میں انہوں نے نہ صرف قرآن کے حقائق توڑ مروڑ کر پیش کیے ہیں بلکہ قرآن مجید کے واضح ارشادات کی موجودگی میں ان کے خلاف غیر معتمد اناجیل کو بطور ثبوت پیش کیا ہے اور یہاں غوطہ کھاتے ہوئے رینان[1] جیسے

---

[1] رینان انیسویں صدی کا ایک فرانسیسی محقق اور ماہر السنہ سامیہ تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ شخص اگرچہ آزاد خیال سمجھا جاتا ہے۔ تاہم مجموعی طور پر اسلام دشمن ہے۔ عربی زبان کے خلاف ناروا تعصب رکھتا ہے اور خلاف حقیقت باتیں کہتا ہے.....

تنکوں کا سہارا لیا ہے۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے اس پہلو پر قرآن مجید اور صرف قرآن مجید ہی کو آخری سند مان کر اس کا اتباع کریں..... اگرچہ ہمارے پاس جدید علوم و تحقیقات کی رو سے متعدد بین ثبوت موجود ہیں۔ تاہم ان میں سے کسی ایک کو بھی ہم اس بحث کے دوران درج نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے لیے صرف "قرآن مجید" ہی بس ہے۔

ہم ناظرین کو اصل کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ ان متجددین اور نام نہاد مفسرین کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

مندرجہ ذیل آیۃ حضرت مریمؑ کے کنواری ہونے پر دال ہے

قالت انی یکون لی غلام ولم یمسنی بشر ولم اک بغیاً قال کذلك الخ

یعنی مریمؑ نے کہا کہ میرے بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا اور نہ میں زنا کار ہوں۔ (فرستادہ) نے کہا کہ اے مریمؑ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہہ رہی ہے۔ تیرے رب کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے آسان ہے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک آیت یعنی نشانی بنا دیں اور اپنی طرف سے رحمت بنا دیں اور یہ طے شدہ امر ہے۔ (پس قرآن سے ثابت ہوگیا کہ ابن مریمؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

اب قرآن کے اس واضح ثبوت کے ہوتے ہوئے پرویز صاحب کا حضرت عیسیٰؑ کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دینا صاف صاف قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب جو بھی قرآن میں تحریف

---

[1] لینن کا ایک کتابچہ "لینن آن ریلیجن" ماسکو سے چھپا ہے۔ اس میں لینن ایک جرمن سائنس دان کی پہلے تو تعریف کرتا ہے کہ اس نے یہ لکھا ہے کہ عیسیٰؑ ایک فرضی شخصیت تھے لیکن بعد میں اس کی برائی کی ہے کہ کیوں اس نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا بلکہ خدا کی ایسی تعریف کی جس پر ہم لوگوں کے لیے اعتراض کرنا مشکل ہوگیا۔ یعنی پہلا کام تو بہت اچھا کیا مگر دوسرا کام خراب کیا ہے۔

کرنا چاہے گا تو معنوی تحریف ہی کر سکتا ہے۔ لاکھوں حفاظ اور اربوں مطبوعہ نسخوں کے ہوتے ہوئے لفظی تحریف کا امکان ہی باقی نہیں رہا۔ پرویز صاحب کی ایک اور قرآن کے ترجمہ کی غلطی بتاتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن سورتی لکھتے ہیں؛

" پرویز صاحب شعلہ مستور کے صفحہ ۲۴ میں " یکلم الناس فی المھد و کھلاً " کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ " اور بچپنے میں اور بڑی عمر میں کلام کرے گا "۔

یہ مھدُ اور کھلُ کا غلط اور غیر دیانتدارانہ ترجمہ ہے۔ عربی میں پرویز صاحب کی اس اردو کا ترجمہ اس طرح ہوگا؛ " ویکلم فی الصغر والکبر " پھر اس ترجمہ میں ایک تحت الشعور عقیدہ کی بنا پر پرویز صاحب نے " الناس " کا ترجمہ ہی اڑا دیا۔[۱] جس کے معنی ہیں " لوگ " دراصل ایسی عمر میں جب بچہ پالنے میں ہوتا ہے۔ بچوں سے نہیں بلکہ لوگوں سے سنجیدہ باتیں کرنا ایک قابل غور بات ہے اور پرویز صاحب کے ذہن میں ایسا ہونا خلاف عقل ہے۔ لہٰذا ایسے مواقع پر وہ قرآن مجید کی تاویل ہی نہیں بلکہ الفاظ کے معنی بھی غلط کر دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں وہ پورے لفظ کو بھی غائب کر دیتے ہیں، چونکہ ہمارا موضوع سخن کلام ہے نہ مھد و کھل لہٰذا یہاں ہم اسی اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں "
(ابن مریم اور پرویز صفحہ ۲۵)۔

ڈاکٹر اقبال نے ایسے ہی مفسرین کے لیے کہا ہے کہ:۔

ہے کس کو یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبہ کو آتش کدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

---

[۱] یہ تحریف کی کونسی قسم ہوئی۔ فیصلہ ناظرین پر ہے۔